www.kitabmart.in

15.7.64

سلسلہ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۳۲۵

مشکلِ مصطفیٰ

از
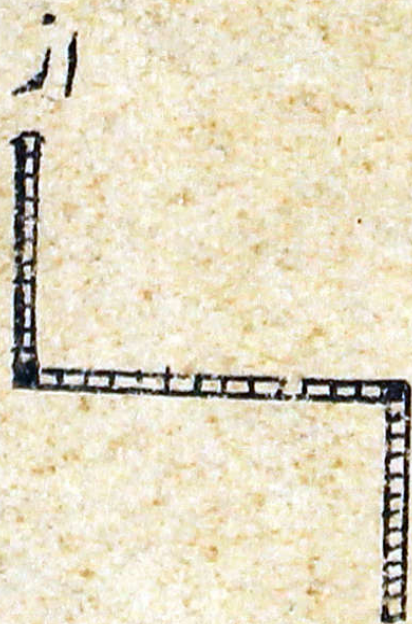
محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس لکھنؤ

قیمت ۲۵ نئے پیسے

تعارف

محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ کی قلمی کاوشیں برابر منظر عا
آتی رہتی ہیں، آپ ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ مذہبیات
بھی برابر توجہ فرماتی رہتی ہیں۔ سال گذشتہ ہم نے ممدوحہ کے دو
"وراثت خلیل اللہ" اور "خاتون کربلا" شائع کئے تھے اور امسال یہ
شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبرؑ کے حالات میں پیش کر رہے ہیں۔

یقین ہے کہ افراد ملت اس رسالہ کی بھی کثیر تعداد
عاشورہ برادران وطن میں مفت تقسیم فرما کر عند اللہ وعند ال
ماجور ہوں گے۔

خادم ملت

سید ابن حسین نقوی عفی

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

محرم ۱۳۸۰ھ

ہمشکل مصطفےٰ

سارى دنیا کے لوگ نوروز کا خیر مقدم خوشی اور جشن کی تقریبوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ قریب قریب دنیا کی سب ہی قوموں میں یہ رواج ہے کہ سال نو کو عید کی طرح منائیں لیکن مسلمانوں کا نیا سال رنج و غم کا پیام لیکر آتا ہے۔ ایک درد و مصیبت کی انمٹ داستان کی یاد تازہ کرتا ہوا ـــــــ محرم کا چاند نظر آتے ہی ہمارے دل درد و غم سے بھر جاتے ہیں۔ آنکھیں اشک آلودہ ہو جاتی ہیں اور اپنے اپنے انداز، طریقے اور عقیدے کے مطابق ہر مسلمان محرم کا سواگت رنج و غم کے رسوم سے کرتا ہے۔

کتنی عجیب بات ہے دنیا میں لوگ خوشیوں کو عزیز رکھتے ہیں۔ انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے صدمے کو بھلانا چاہتا ہے اور خوش ہونے کے بہانے ڈھونڈھتا ہے۔ اس کا کیسا ہی قریبی اور پیارا عزیز مرجائے چند سال میں اس کی یاد دھندلی پڑنی شروع ہو جاتی

ہے۔ دل کے کسی گوشے میں درد کی ٹیس موجود رہے مگر غم میں وہ شدت موجود نہیں رہتی اور وہ کم سے کم اسے ظاہر کرتے ہچکچاتا ہے۔ خوشی میں سب ہمارے ساتھ خوش ہوتے ہیں۔ غم و مصیبت میں بس تھوڑی دیر تک ساتھ دیتے ہیں۔ ہنستے کے ساتھ سب ہنستے ہیں۔ روتے کے ساتھ کوئی روتا نہیں رہتا۔ اس لئے ہم اپنے غموں کو چھپاتے ہیں اور خوشیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

مگر ہر سال ــــــ محرم کا مہینہ جس واقعہ کی یاد دلاتا ہوا آتا ہے اس کے غم میں عجیب لذت پوشیدہ ہے کہ وہ تیرہ صدیوں میں بھی بھلایا نہ جا سکا۔ اس کا نقش الم دھندلا نہ پڑا۔ انسان آج تک ان غمناک کہانیوں کو دہراتے نہیں اکتایا۔ وہ ہمیشہ اس عظیم واقعہ کی جزئیات کو سنتا رہا ہے مگر اس کا دل ان سے نہیں بھرتا ــــــ وہ سال بھر منتظر رہتا ہے اس موسم غم کا اسے عید سے زیادہ انتظار ہوتا ہے محرم کا۔ کتنا دلکش، کتنا عزیز کیسا پیارا ہے یہ غم جس پر ہم اپنی خوشیوں کو نچھاور کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے غموں کو اس غم میں ڈبو دیتے ہیں۔ انیس نے کتنی سچی بات کہی ہے ؎

کس غم میں یہ لذت ہے جو اس غم میں ہے\
سینے کو سرور، شہ کے ماتم میں ہے\
ہر چشم یہ کہتی ہے دکھا کر در اشک\
رونے کا مزہ ماہ محرم میں ہے

یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ لاکھوں آدمی اس ماہ محرم کے ہیرو کی یاد میں عقیدت کے کروڑوں آنسوؤں کا خراج پیش کرتے ہیں پھر بھی وہ سمجھتے ہیں کہ جو حق تھا وہ ادا نہیں ہو سکا۔

یہی نہیں بلکہ حسینؑ کا غم ہمیں اپنے غم و مصیبت کو سہارنے کے قابل بھی بناتا ہے۔ اس لیے کہ اس عظیم انسان کے کردار میں اور اس بے مثال واقعہ میں ہمیں یہ مثالیں ملتی ہیں کہ ہر تکلیف، ہر مصیبت، ہر غم میں کس طرح صبر کیا جاتا ہے اور کیسے سچا مومن رضا کی ہر مصیبت صرف صبر ہی نہیں شکر و مسرت کے ساتھ جھیل جاتا ہے۔

ہم پر افلاس، غربت اور بے بسی کا وقت آئے تو واقعہ کربلا سے ہمیں ڈھارس ملتی ہے کہ ہمارے آقا و مولا اور ان کے اہل حرم پر تو ہم سے کہیں بڑھ کر مصیبت پڑ چکی ہے۔ ہمارے ماں باپ مر جائیں تو ان کی سرپرستی اور محبت سے محرومی کے غم میں روتے روتے ایک دم ہمیں یاد آتا ہے کہ موت سے کسی کو رستگاری نہیں۔ جب ہمارے امام حسنؑ اور حسینؑ کے عالی صفات ماں باپ اور نانا نے وفات پائی تو ہم عاجز گنہگار بندے کس گنتی میں ہیں۔ ہمارا دل پکار اٹھتا ہے کہ:۔

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمد مرسلؐ نہ رہے کون رہے گا

کوئی اپنے بھائی یا بہن کا داغ مفارقت اٹھائے تو اسے یاد آتی ہے

حسینؑ اور عباسؑ کی بہن زینبؑ و کلثومؑ کی جب ان کے پیارے بھائی ان سے بچھڑے تھے اور انھوں نے بے مثال صبر و برداشت سے کام لیکر ان روح فرسا صدموں کو سہارا تھا ہم اپنے بہن بھائی ... کو بھلانے کی کوشش کرتے اور زینبؑ کے بھائیوں کو رونے لگتے ہیں۔ بیوگی کے قیامت خیز وقت میں بھی عورتوں کو، اپنی بربادی و تباہی پر روتے روتے، یاد آتی ہے، کربلا کے شہیدوں کی بیواؤں کی۔ اور وہ اپنی محترم خوزادیوں کے صبر، ان کے ایثار اور رضائے الٰہی پر شاکر رہنے کو یاد کرتی ہیں اور ان کے دل سے شکوے کے تاثرات مٹ جاتے ہیں اور وہ امام زادیوں کے رنڈاپے پر رو رو کر خود کو تسلی دیتی ہیں۔

دنیا کے سب سے جان گذا ــــ سب سے روح فرسا غم ــــ غم اولاد میں ــــ جب انسان کو ساری دنیا تیرہ و تار نظر آتی ہے۔ دل سچ مچ ہی زندگی سے سیر ہو جاتا ہے ــــ اسی وقت بھی ہمیں یاد آجاتی ہے مثال حسینؑ ابن علیؑ، زینبؑ بنت فاطمہؑ، ام لیلےٰؑ اور ربابؑ کی کہ غم اولاد میں کیسے صبر کیا جاتا ہے اور رضائے الٰہی پر کیوں کر شاکر رہ سکتے ہیں ــــ یہاں تک کہ راہ حق میں خود اپنے ہاتھوں اپنے بچوں کو موت کی نذر بھی کیا جا سکتا ہے ہم ڈوب دیتے ہیں اپنے اس سب سے بڑے غم کو بھی حسینؑ کے بے پایاں غم کے اندر ــــ اپنے بچے کو روتے روتے قاسمؑ و عبداللہؑ عونؑ و محمدؑ اکبرؑ و اصغرؑ پر گریہ وزاری شروع کر دیتے ہیں۔

مگر ایسا کیوں؟ آدمی کو اپنا غم زیادہ محسوس ہوتا ہے دوسرے کا صدمہ کتنا ہی بڑا اور سخت ہو وہ ہمارے دل کے تاروں کو اس طرح نہیں چھیڑتا جس طرح اپنا غم! پھر کیوں حسینؑ کے مصائب، حسینؑ کے صدمات ہمیشہ ہمیں شدّت سے محسوس ہوتے ہیں؟ اس غم میں سدا وہی تازگی کیوں باقی رہتی ہے؟ شاید اس لئے کہ ان عظیم کرداروں میں ہمیں انسان کی عظمت کا جلوہ مسلمان کی شان مومن کی آن نظر آتی ہے۔ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ انسان کس بلندی، کس رفعت تک پہونچ سکتا ہے اور اس سے ہمیں درس ملتا ہے کہ انسانیت کو کیسے بچایا جاسکتا ہے؟ حق کا پالن کیونکر کیا جاتا ہے۔ ایمان کی سلامتی کے لئے کیسے جان کی بازی لگائی جاتی ہے۔ اور خدا کی راہ میں ہر مصیبت، ہر تکلیف۔ ہر غم، ہر جدائی ـــــ غرض زندگی کی ہر کٹھن منزل کے مرحلے کس خندہ پیشانی اور بہادری سے جھیلے جاسکتے ہیں۔

امام حسینؑ علیہ السلام نے ۶۱؁ھ میں کربلا کے بلاخیز میدان میں جو دکھ اور غم جھیلے ان میں سے یوں تو ہر ایک انسان کی برداشت اور صبر کا کٹھن ترین امتحان تھا لیکن سب سے سخت، جان گزا وقت وہ تھا جب ان کے لخت جگر راہ الٰہی میں اپنی جانیں نچھاور کر رہے تھے وہ دونوں جو آسمان شہادت کے چاند اور سورج ہیں اور جنھیں ہم اصغرؑ و اکبرؑ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

علی اصغرؑ حسینؑ کا سب سے چھوٹا بچہ چھ مہینے کی جان، ننھی سی عمر

میں بھوک اور پیاس کے ناقابل سہار دکھ جھیل کر جب باپ کے ہاتھوں میدان جنگ میں پیاس بجھانے آیا تو دشمن کی شقی القلبی کے بدترین مظاہرے کی بھینٹ چڑھ گیا ___ ایک سہ پہلو تیر اس معصومؑ کے گلے کو ناک کر پار اگیا ___ اور جب باپ نے اس ننھے شہید کی لاش اس کی صابر و شاکر ماں کے ہاتھوں پر لا کر رکھ دی تو تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس سخت وقت میں اس بہادر بیوی کے منہ سے کبھی نکلا تو اتنا ہی نکلا ___ "آہ معصوم علی اصغرؑ کیا تجھ ایسی ننھی جان کو بھی اس طرح ذبح کیا جاتا ہے جیسے اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے" اور یہ ایک جملہ ___ کیا بھاری نہیں ہے بڑے سے بڑے مرثیہ اور دردناک سے دردناک نوحہ و ماتم پر ___ علی اصغرؑ شہید ہو گئے مگر اپنی اور اپنی ماں کی یاد اور محبت ہر انسان کے دل میں نقش کر گئے ___ وہ نقش جو کبھی مٹایا نہیں جا سکتا ___ دھندلا نہیں پڑ سکتا۔

اور امام حسینؑ نے اس صدمۂ عظیم کو جس شان سے جھیلا وہ تاریخ میں یادگار واقعہ بن گیا ہے۔ غم و استقلال کے پہاڑ حسینؑ ہی کا دل تھا کہ غم اولاد میں بھی انھوں نے سوائے صبر اور شکر کے دوسرا کلمہ زبان سے نہیں نکالا ___ علی اصغرؑ سے پہلے وہ اس سے بھی زیادہ سخت صدمے جھیل چکے تھے ___ بلکہ یوں کہوں کہ خود اپنے ہاتھوں اسے راہ خدا میں قربان کیا تھا ___ یعنی اپنے کڑیل جوان بیٹے علی اکبرؑ کو۔

علی اکبرؑ ان کے محترم ناناؐ سے صورت میں اتنے ملتے جلتے تھے کہ ان کا لقب ہی شبیہہ پیغمبرؐ پڑ گیا تھا۔ جوان ہوئے تو رفتار و گفتار و صورت میں بالکل احمدؐ ثانی معلوم ہونے لگے۔ مستند روایات بتاتی ہیں کہ ان کے صفات اخلاق اور کردار میں بھی محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ اس نوجوان کا پورے عرب میں دور دور شہرہ ہو چکا تھا۔ اور وہ اپنے اعلیٰ اخلاق۔ فیاضی۔ جرأت و بہادری میں عرب بھر میں مشہور تھے۔ مدینہ کے لوگ تو ان پر جان ہی دیتے تھے اپنے محبوب پیغمبرؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اکثر شبیہہ رسولؐ علی اکبرؑ بن حسینؑ ابن علیؑ کی زیارت کر لیا کرتے تھے۔

سوچئے بیٹا اور ایسا بیٹا ـــــ کتنا چاہتے ہوں گے حسینؑ ان کو؟ قاعدہ ہے کہ خاندان میں جو بچہ کسی مرحوم عزیز سے ملتا جلتا پیدا ہوتا ہے اس کو ہم اور بچوں سے زیادہ چاہنے لگتے ہیں پھر کیا تعجب ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام حسینؑ اور حضرت زینبؑ دونوں کو یہ بچہ خاندان بھر کے ہر بچے سے زیادہ عزیز تھا اور اس پر دل و جان نچھاور کرتے تھے۔ باپ اور پھوپھی جب اپنے اس پیارے بچے میں انسانوں کے ہادی و رہنما۔ محبوب خدا۔ اپنے پیارے نانا محمد مصطفٰےؐ کی شباہت دیکھتے تو کتنے خوش ہوتے ہوں گے۔ کتنا فخر و ناز ہوگا اس پر۔ کس اہتمام اور پیار سے پرورش کی ہوگی اس بچے کی کہ اس تھوڑی سی عمر میں ان کے اخلاق کی بلندی اور سیرت کی خوبیوں کا پورے عرب میں شہرہ ہو چکا تھا۔ اپنے غیر، دوست، دشمن سب ہی خاندان نبوت

کے ہونہار نوجوانوں کی صفات عالیہ کو سراہتے تھے۔ شاعران کی شان میں
قصیدے لکھتے۔ امیر معاویہ کے دربار تک میں علی اکبرؑ کی مدح و ثنا کا چرچا نظر
آتا ہے۔ شاید اس کی یہ وجہ بھی ہو کہ علی اکبرؑ کی والدہ گرامی لیلےٰ بنت مرہ
امیر معاویہ کی بھانجی تھیں۔ لیکن اس بلند سیرت بیوی میں اس خاندان کی خصوصیات
کا شائبہ بھی نہ تھا بلکہ خاندان نبوت کی صفات کی جھلک ان کے کردار
میں نظر آتی تھی۔ انھوں نے کبھی اپنی اس رشتہ داری کی ذرہ برابر پروا نہیں
کی بلکہ حسینؑ کی محبت اور اطاعت کو دین و دنیا کی سعادت سمجھا۔
علی اکبرؑ ماں پھوپھی اور باپ ہی کے نہیں خاندان بھر میں بیحد محبوب
تھے۔ بہنیں جان فدا کرتیں۔ بڑے بھائی یعنی چوتھے امام سید الساجدینؑ
علی ابن حسینؑ بیحد محبت فرماتے اگرچہ روایات میں اختلاف پایا جاتا
ہے کہ علی اکبرؑ امام حسینؑ کے بڑے بیٹے ہیں یا زین العابدینؑ ۔۔۔ آپ کی
عمر کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں کوئی لکھتا ہے کہ شہادت کے
وقت اٹھارہ سال کے تھے کوئی کہتا ہے ۲۸ سال کے تھے۔ لیکن زیادہ
شہرت یافتہ روایت یہی ہے کہ علی اکبرؑ حسینؑ کے منجھلے بیٹے ہیں جن کی عمر
لگ بھگ اٹھارہ سال ہوئی۔ اگرچہ حضرت علی اکبرؑ کی صفات کی
پہلے ہی سے شہرت تھی لیکن حقیقت میں ان کا بھرپور کردار کربلا کے میدان
میں سامنے آیا جس سے ان کی حق پرستی، شجاعت، بلند سیرتی، جان بازی
کے پورے جوہر کھلے اور جس کی بدولت ان کا نام امر بن گیا۔ علی اکبرؑ کے

واقعہ شہادت کو ہزار وں انداز اور رنگ میں بیان کیا جاتا رہا ہے۔
ہر زبان کے شاعروں نے اس پر طبع آزمائی کی ہے۔ خود اردو کے سب شعر گو
شعراء نے سینکڑوں اشعار ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر
پیش کیے ہیں خصوصاً میر انیس کے مرثیے جو ان پر لکھے گئے خود ان کے کلام
میں بھی ان کا جواب نہیں۔ اسی طرح ادیبوں اور نثر نویسوں نے بھی بڑے
مؤثر اور دلکش انداز میں ان کے واقعات شہادت کو بیان کیا ہے۔ میں
بھی اس وقت اس سعادت میں شریک ہو کر تاریخ کی روشنی میں شبیہ پیغمبرؐ
علی اکبرؑ ابن حسینؑ کی شہادت کے واقعہ کو بیان کروں گی۔

امام حسینؑ نے جو یادگار فیصلہ حق و باطل کیا تھا اس میں ان کے
سب بہادر اور نامور بیٹے دل و جان سے ان کے ساتھ تھے اور ہم دیکھتے
ہیں کہ علی اکبرؑ بھی شروع سے آخر تک ہر موقع، ہر مقام پر نہایت جوش
کے ساتھ ان کا ساتھ دیتے رہے۔ ہر حال میں ان کا حکم مانتے، ان کے
مطیع و فرماں بردار نظر آتے ہیں۔

سب سے پہلے علی اکبرؑ کو جرأت و ہمّت کے مظاہرہ کا موقع ملتا
ہے اس وقت جب حاکم مدینہ حسینؑ کو بیعت یزید کے لیے طلب کرتا ہے۔
علی اکبرؑ کو یہ بات ناگوار گذرنا چاہیے تھی کہ حاکم کو اگر کچھ کہنا ہے تو خود
کیوں امامؑ کے پاس نہیں آیا۔ مگر حسین علیہ السلام نے اس گستاخی کو کوئی اہمیت
نہیں دی اور بیٹے کو بھی سمجھا دیا ہوگا۔ اور بھائی بیٹے اور دوسرے چند

عزیزوں کے ساتھ حاکم مدینہ کے ہاں پہونچے۔ علی اکبرؑ آپ کے ساتھ اندر جانا چاہتے ہوں گے لیکن حسینؑ سب کو سمجھا دیتے ہیں کہ مجھے تنہا جانے دو البتہ اگر میری آواز بلند ہو جائے تو تم لوگ اندر آ جانا اور ان کی آواز بلند ہوتے ہی یہ بہادر اندر داخل ہو جاتے ہیں جن میں ابو الفضل العباسؑ کا نام تو تاریخ میں درج ہے مگر یقین ہے کہ ان کے ساتھ ہی ساتھ علی اکبرؑ بھی داخل ہوئے ہاتھ تلوار کے قبضے پر پہونچ جاتے ہیں ـــــ حسینؑ اور بیعت فاسق! بھائی اور بیٹے دونوں کے لیے یہ خیال بھی سخت ناگوار اور باعث توہین معلوم ہوتا ہے لیکن حسینؑ اشارے سے ان بہادروں کو روک دیتے ہیں اور یہ اطاعت گذار سپاہی، سعادت مند بھائی اور بیٹا اپنے سردار کے حکم پر سر جھکا دیتے ہیں۔

اب حسینی قافلہ روانہ ہوتا ہے۔ مدینے سے مکے ـــــ مکے سے پھر کوفہ کے سمت اس بلا خیز، وحشت ناک سفر پر اور اس کٹھن سفر کی ساری اہم ذمہ داریاں حسینؑ کے بہادر بھائی اور شجاع بیٹے کے سپرد ہیں۔ قافلے میں بوڑھی اور جوان عورتیں ہیں۔ ننھے بچے بچیاں ہیں ـــــ کچھ جاں نثار و فدائی اور بہادر جوان اور بوڑھے حق پرست مجاہد ہیں۔ کچھ کنیزیں اور غلام بھی ہیں۔ اونٹوں اور گھوڑوں پر یہ مشکل سفر کیا جا رہا ہے ـــــ دونوں بہادر ہر دم ہر ایک کی فکر رکھتے ہیں ـــــ خاص طور پر امام حسینؑ کی حفاظت کی اور اکبرؑ اس سفر میں ہر وقت باپ کے پہلو بہ پہلو

نظر آتے ہیں۔

سفر روز بروز سخت ہوتا جاتا ہے ـــ شدائد بڑھ رہے ہیں کوفہ میں کی دغا، مسلمؑ کی شہادت، ان کے معصوم بچوں کے قتل کی خبریں پہونچیں حُرؑ کے دستہ نے راستہ روک لیا۔ کوفے جانے کے راستے بند ہو گئے ـــ اب ایک انجانی منزل کی طرف حسینی لشکر کا رُخ ہو چکا ـــ میدان کربلا ـــ نزدیک آتا جا رہا ہے کہ ایک رات ایک مقام بنی قاتل میں قیام کر کے علی الصباح روانگی ہوتی ہے۔ راستہ تھوڑا سا طے ہوا تھا ـــ امام حسینؑ اور ان کے برابر علی اکبرؑ چلے جا رہے ہیں شب بیداری تکان سے ذرا کی ذرا امام حسینؑ کی آنکھ جھپک جاتی ہے ـــ چونک اٹھتے ہیں اور زبان مبارک پر "انا للہ وانا الیہ راجعون و الحمد للہ رب العالمین" آپ کی زبان مبارک پر جاری ہو جاتا ہے ـــ علی اکبرؑ نے جب یہ کلمات کئی بار ان کی زبان سے سُنے تو اور قریب آ گئے اور عرض کی بابا "انا للہ و انا الیہ راجعون و الحمد للہ رب العالمین آپ کی زبان پر جاری ہے کیا اس کا کوئی خاص سبب ہے؟" امام حسینؑ نے فرمایا "ابھی میری آنکھ لگ گئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سوار کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ راستہ طے کر رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے ـــ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری موت کی خبر ہے جو دی گئی ہے ـــ"

موت کی خبر، اور وہ بھی ایک کڑیل جوان کے لیے، کیسی روح فرسا ہوتی ہے ـــ لیکن حسینؑ کا جاں باز مجاہد بیٹا امامؑ وقت کے منہ سے پیام موت

بسن کر کسی پریشانی یا گھبراہٹ یا رنج کا اظہار کرنے کی جگہ بے ساختہ پو
ہے "بابا خدا آپ کو رنج کی صورت نہ دکھائے مگر کیا ہم حق پر نہیں ہیں"
"حسینؑ نے فرمایا" کیوں نہیں بیٹا قسم اس خدا کی جس کی جانب
خلق کی بازگشت ہے یقیناً ہم حق پر ہیں"

اور یہ سنتے ہی حق پر جان دینے والے باپ کے حق پرست بیٹے کے
سے بیساختہ نکلتا ہے "جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت کی کیا پرواہ ہے بابا
باپ کا چہرہ نوجوان بیٹے کے منہ سے معرفت الٰہی کے یہ کلمات سن کر فخر
سے چمکنے لگا اور زبان مبارک سے نکلا "بیٹا خدا تمھیں جزائے خیر دے بہترین جز
جو کسی بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے دی جا سکتی ہے"

اور یہ چھوٹا سا واقعہ علی اکبرؑ کے کردار کی ساری خصوصیات واضح کر
ہے عزت نفس کا احساس، اطمینان قلب کی کیفیت، ضمیر کا ثبات اور حق
صداقت کے لیئے جان کی بازی لگا دینے کا عزم اور شوق۔

اور آخر حسینؑ کربلا کے میدان میں پہونچ جاتے ہیں۔ اور یکے بعد دیگر
وہ سارے واقعات پیش آتے ہیں جن کی تفصیلات ہم سنتے رہتے ہیں —
ان کے خیمے دریا کے کنارے نصب ہونے نہیں دیئے جاتے ــــــ مگر
حسینؑ اپنے ساتھیوں کو لڑنے سے منع کرتے ہیں ــــــ یزیدی لشکر کی تعد
بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ہزاروں سے دس ہزار۔ بیس ہزار اور بعض روایتوں
میں ہے کہ چالیس ہزار سے آگے پہونچ جاتی ہے ــــــ حسینؑ اور اُن کے

ننھے ننھے بچوں پر نہر فرات کا پانی بند کر دیا جاتا ہے اور سامان رسد آنے کی
ناکہ بندی ہو جاتی ہے ــــ اور اس دوران میں حسینؑ اور ان کے کتنے ہی ساتھی
جن میں کسی نے رسول اللہ کی آنکھیں دیکھی تھیں اور کچھ نے علیؑ کے ساتھ جہاد کیا
تھا اور کچھ حسینؑ کے دوست اور جاں نثار تھے ــــ بار بار کوشش کرتے
ہیں کہ ان گمراہوں کو جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں ــــ مگر اسلام کی الف ب
سے بھی ناواقف ہیں۔ سیدھا راستہ دکھائیں اور اس گناہ عظیم سے باز رکھیں جس
کے لیے وہ آمادہ ہیں مگر ہر کوشش ناکام ہوتی رہتی ہے ــــ لالچ، حرص، جہالت
اور رسولؐ اور آل رسولؐ کی دشمنی نے ان کے قلب سیاہ، آنکھیں اندھی اور
کان بہرے بنا دیے ہیں۔ غرض صلح کی ہر پیش کش ٹھکرا دی جاتی ہے ــــ یا
(معاذ اللہ) یزید کی بیعت یا حسینؑ کا سر ــــ وہ سر مبارک جس پر قربان ہونے
کے لیے بہتر مجاہد اپنے سر ہتھیلیوں پر رکھے ہوئے ہیں ــــ اور دشمن کی
فوج جس سر مقدس کے درپے ہے ــــ چالیس ہزار آدمیوں کی فوج ــــ
لاکھوں تیروں، نیزوں، تلواروں، خنجروں اور گرزوں سے آراستہ فوج ــــ
اور آخر کار عاشورہ کی یادگار شب آجاتی ہے ــــ وہ شب جس کی صبح
فرزند رسولؐ، شبیہ رسولؐ، ذریت رسولؐ اور محبان رسولؐ کی شہادت کا واقعہ
ظہور میں آتا ہے ــــ اور یہ رات اہلبیت رسولؐ نے اور ان کے جاں نثاروں نے
جس طمانیت، یقین، تحکم اور ثبات قدم کے ساتھ گزاری اور معبود حقیقی کے سامنے
اپنی محبت اور عبودیت کا جس جس انداز سے اظہار کیا وہ تاریخ میں ہمیشہ کیلئے

یادگار رہ گیا ہے — انھوں نے ثابت کر دیا کہ حق پر جان دینے والوں کے دل میں اپنی جان کی ذرہ بھر پروا نہیں ہوتی اور راہ خدا میں قربان ہو جانا ان کے لیے سب سے بڑی مسرت ہوتی ہے —

آخر سپیدہ صبح نمودار ہونے لگتا ہے — حسینؑ یہ آخری رات بھی اپنے محبوب حقیقی کی مدح و ثنا میں گزارنے کے بعد نماز فجر کے لیے تیار ہو رہے ہیں — پانی کہاں کہ وضو کرتے — جھلستی ریت پر نمازی تیمم کرتے ہیں اور رسولؐ کا نواسہ ہم صورت رسولؐ کو آواز دیتا ہے — "بیٹا آج فجر کی اذان تم دو —" آہ — آخری بار لحن محمدیؐ سے اذان سننے کو دل بےچین ہوا ہوگا — یہ بھی سوچا ہوگا — کہ ممکن ہے رسولؐ کی آواز میں اذان کی آواز سن کر گم راہ امت راہ راست پر آجائے —

علی اکبرؑ کی پُرسوز و پُروقار آواز کربلا کے صحرا میں دور دور تک گونج اٹھی ہے — "اللہ اکبر — اللہ اکبر — اللہ بڑا ہے — اللہ بڑا ہے — اللہ بڑا ہے — اور ان بھوکے پیاسے حق پرستوں سے زیادہ کون دنیا میں اللہ کی بزرگی اور بڑائی کے اعلان کا حق رکھتا ہے — وہ مجاہد جن کے ہر ہر بن مو سے صرف یہی ایک صدا بلند ہوئی اور جن کے مقدس خون کے ہر ہر قطرے نے اس بلند و پاک نام کی بڑائی کا نقش دنیا کی تاریخ پر ثبت کر دیا۔

اس مقدس وقت کا ایک موثر نقشہ میر انیس نے یوں کھینچا ہے ؎

چپ تھے طیور، جھومتے تھے وجد میں شجر
تسبیح خواں تھے برگ و گل و غنچہ و ثمر
محو ثنا کلوخ، و نباتات دشت و در
پانی سے منہ نکالے تھے دریا کے جانور

اعجاز تھا کہ دلبرِ شبیرؑ کی صدا
ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

ناموسِ شاہ روتے تھے خیمے میں زار زار
چپکی کھڑی تھیں صحن میں بانوئے نامدار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ کہتی تھی بار بار
صدقے نمازیوں کے موذن کے میں نثار

کرتے ہیں یوں ثنا وصفت ذوالجلال کی
لوگو اذان سنو مرے یوسف جمال کی

یہ حسنِ صوت اور یہ قرأت یہ شد و مد
حقا کہ افصح الفصحا ہے انھیں کا جد
گویا ہے لحن حضرت داؤد با خرد
یا رب رکھ اس صدا کو زمانے میں تا ابد

شعبے صدا میں، پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں

حسینؑ کی آخری حجت بھی فولاد صفت سیاہ قلبوں پر بے اثر ثابت ہوتی ہے
جنگ کا آغاز ہوتا ہے ـــــ مقابلہ ہے صبر و برداشت اور ظلم و ستم کی قوتوں کا
تسلیم و رضا اور شقاوت و جہالت کا بہترؑ حق پرستوں اور چالیس ہزار باطل پرستوں
کا ـــــ سچائی اور جھوٹ کی قوتوں کا ـــــ حق و باطل کی ایک فیصلہ کن جنگ۔
حسینؑ کے جاں باز دوست اور احباب ان کو مجبور کرتے ہیں کہ پہلے وہ
راہ خدا میں جان دیں گے اور ایک ایک کر کے وہ سب کے سب اسلام کی حمایت

حق کی نصرت اور حسینؑ کی محبت میں شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جانے ہیں
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن   نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اور اب حسینؑ اپنے نوجوان اور نوعمر عزیزوں میں اس طرح کھڑے ہیں
جیسے ستاروں میں ماہتاب۔ بھائی ہیں۔ بھتیجے ہیں۔ بھانجے ہیں۔ بیٹے ہیں ــــ
سب کے سب بیقرار کہ جلد سے جلد حسینؑ کی نصرت میں جان واریں ــــ پہلے یہ
سعادت ہمارے ہی حصے میں آئے ــــ حسینؑ ایک ایک کی طرف دیکھتے ہیں ــــ
کس کو پہلے راہ الٰہی میں قربان کرنا چاہیئے؟ نظر ایک ایک چہرہ کا جائزہ لے رہی
ہے جس میں سے ہر ایک عزیز ہے۔ پیارا ہے۔ محبوب ہے اور آخر سب چہروں سے
ہوتی ہوئی سب سے روشن، سب سے حسین، سب سے محبوب چہرے پر ٹھہر جاتی
ہے ــــ ہاں ان سب لخت جگر نونہالوں میں سے راہ حق کی پہلی قربانی کے لیئے
انتخاب اسکا ہونا چاہیئے جوان کے خزانے کا سب سے بے بہا جواہر ہے ــــ وہ جو روح
کی طاقت، دل کی ٹھنڈک ــــ آنکھوں کا نور ــــ نانا کی تصویر ہے ــــ
حق کی راہ میں سارے خاندان میں سب سے پہلی قربانی بھی ان ہی کے لخت جگر
کی ہو ــــ اور سب سے آخری بھی ان ہی کے پارہ جگر کی ہو[۱]

کس باپ کا جگر ہو گا حسینؑ کا سا معمولی انسانوں کا کیا ذکر۔ خاصان خدا

---

[۱] عام روایات میں علی اکبرؑ کی شہادت اگرچہ صرف علی اصغرؑ اور امام حسینؑ سے پہلے بیان کی جاتی ہے لیکن تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ ۱۰ محرم ۶۱ھ میں سب سے پہلی شہادت علی اکبرؑ ہی کی ہے۔

(انبیاءؑ و رسل بھی حسینؑ کے صبر کا مقابلہ نہ کر سکے۔ لیکن خلیل کربلا کا صبر، یعقوبؑ
سے بھی بڑھ کر تھا کہ یوسفؑ کربلا کو کس طمانیت کے ساتھ راہ حق پر اپنی جان
نچھاور کرنے کے لیئے بھیج دیتے ہیں۔

نظر چہرے پر جمی ہے اور زبان سے نکلتا ہے "تقدم یا بنی" اے بیٹے آگے بڑھ
— سالار لشکر علیؑ اکبر اولیت اور فضیلت کا یہ خلعت پاکر خوشی و فخر سے باغ
باغ ہو جاتے ہیں — فوراً ہی میدان جنگ کی طرف بڑھتے ہیں کہ حسینؑ دم بھر
کو روک لیتے ہیں۔ کیوں روکا۔ ایسے وقت؟ شاید اس لیئے روکا ہو کہ ماں اور
پھوپھی کو آخری دیدار دکھا آئیں۔ بہنوں سے رخصت ہو لیں — اور دم بھر
وہ خود بھی اس محبوب صورت کو اور دیکھ لیں — بعض کتب مقاتل کی روایت
ہے کہ پھر آپ نے حضرت زینبؑ سے تبرکات کا صندوق منگا کر ان کے دولھا کو
سجایا۔ اپنا عمامہ علی اکبرؑ کے سر پر رکھ دیتے ہیں اور خود رسولؐ اللہ کا عمامہ زیب سر
کرتے ہیں۔ اپنی قبا ان کے زیب تن کی، خود آنحضرتؐ کی قبا پہنی، اپنی تلوار
بیٹے کی کمر میں لگا دی خود ذوالفقار باندھی۔ اپنی زرہ ان کو پہنائی اور خود
رسولؐ کی زرہ پہن لی — اکبرؑ حسینؑ کا بیٹا، حسینؑ کا نمائندہ میدان میں جا رہا ہے
اور حسینؑ رسولؐ کے لخت جگر، ان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ سجا بنا کر دل بے قابو
ہو گیا ہے — بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیا مگر عالم بے قراری میں بھی صابر و شاکر کے
منہ سے نکلا تو بس اتنا نکلا "خداوندا گواہ رہیو ان ظالموں کے ظلم پر — اب جا رہا
ہے ان کی طرف وہ جوان جو صورت اور سیرت اور گفتار میں تیرے رسولؐ کے ساتھ

سب سے زیادہ مشابہ ہے ــــ جب ہم تیرے پیمبرؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اس کا چہرہ دیکھ لیتے تھے ــــ"

حسینؑ اپنے خالق کو گواہ بنا رہے ہیں۔ منصفِ حقیقی سے حالِ دل بیان کر رہے ہیں، ادھر اکبرؑ اہلِ حرم سے رخصت ہونا چاہتے ہیں مگر نہیں ہو سکتے۔ عاشق زار پالنے والی پھوپھی واری نثار جا رہی ہوگی ــــ چاہنے والی ماں کلیجے سے لپٹائے ہوگی۔ جان دینے والی بہنیں دامن پکڑے ہونگی ــــ راوی کہتا ہے کہ بار بار خیمے کا پردہ اٹھتا تھا اور بار بار گر جاتا تھا ــــ مگر راہِ حق کے مجاہد کو کون روک سکتا ہے؟ آخر خاندان بھر کا چہیتا ان کو بے قرار چھوڑ کر باپ کے سینے سے لپٹ جاتا ہے اور حسینؑ اُسے خاص اپنے گھوڑے ذوالجناح پر اپنے ہاتھ سے سوار کرتے ہیں ــــ

شبیہہ رسولؐ کا جلوہ دیکھ کر فوجِ دشمن میں ہل چل پڑ گئی ہوگی۔ ثانی احمدؐ سے جنگ کرنے کی بزدلوں کی ہمّت نہ پڑتی ہوگی۔ رہی سہی ہمت بہادر کی رجز توڑ دیتی ہے جو شانِ جلالت اور شجاعت کے ساتھ تلوار علم کئے کڑک رہا ہو ــــ "میں ہوں علیؑ ــــ حسینؑ کا بیٹا اور علیؑ کا پوتا ــــ میرے باپ کے نانا رسول اللہ ہیں ــــ خدا کی قسم ہم وصی رسولؐ کے سب سے زیادہ قریبی عزیز ہیں۔ بخدا بدذات (یزید) ہم پر حکومت نہیں کر سکتا۔ میں اپنے باپ کی حمایت میں تمہیں تلوار سے لگاؤنگا ــــ اور نیزہ سے وار کرونگا۔ یہاں تک کہ نیزہ ٹیڑھا ہو جائے ــــ ایسے حملے کرونگا جو ایک ہاشمی اور علوی جوان کے شایانِ شان ہیں۔"

اور پھر جو حسینؑ کے بہادر بیٹے نے بے محابا دشمن سے جنگ کرنی شروع کی تو بزدلوں کے چھکے پانی ہو گئے۔ لوگوں کو علیؑ مرتضےٰؑ کی جنگ کی یاد تازہ ہو گئی ـــــ مگر پھر بھی فرق تھا ـــــ پوتے اور دادا کی جنگ میں ـــــ دادا کے ساتھ اور ان کی حمایت کے لیے کم و بیش ایک بڑا لشکر ہوتا تھا ـــــ اور پوتا ہزاروں سے مثل شیر تن تنہا لڑ رہا ہے ـــــ اس علم اور یقین کے ساتھ کہ منزل آخر سے ہر لحہ قریب ہوتا جا رہا ہے اور شہادت کی سعادت اس کے لیے آغوش کھولے کھڑی ہے ـــــ تین دن کے بھوکے پیاسے مجاہد کے بدن پر لوہے کے اسلحہ جنگ آگ کی طرح تپ رہے ہیں۔ جسم زخموں سے چور چور ہو چکا ہے ـــــ زبان جس میں ساہی کانٹے سے خار ہو گئے ہیں تالو سے چپک گئی اور اس حال میں بھی مجاہد غداروں کے سر تن سے جدا کر رہا ہے پیاس کی شدت اور بڑھی ـــــ دل میں ایک ہوک اٹھی ـــــ ایک بار اور مولائے کائنات اور اپنے پیارے بابا کی زیارت کرنے کو جی چاہا ـــــ اپنی حالت دکھا کر ان سے شجاع بیٹا ـ داد شجاعت بھی شاید چاہتا ہو گا ـــــ جنگ کرتے کرتے ہٹتے ہیں ـــــ گھوڑے کا رخ اپنی فوج ـــــ آہ ـــــ مگر کتنی مختصر فوج ـــــ کی سمت موڑتے ہیں اور دم بھر میں حسینؑ کے پاس پہنچ جاتے ہیں ـــــ صبر کی سل دل پر رکھے بیٹے کی شجاعت دیکھ کر دل میں فخر و تشکر کے جذبات لئے، صابر و شاکر امام کھڑے ہیں اپنے کو اس خبر کے لیے تیار کیئے ہوئے کہ علی اکبرؑ شہید ہوا ـــــ

ناگہاں سامنے، خون میں نہایا، زخمی بیٹا نظر آجاتا ہے ـــــ دوڑ کر سینے سے لگا لیتے ہیں ـــــ علی اکبرؑ نے اس وقت باپ سے کہا "بابا پیاس ہلاک کیے دے رہی ہے ـــــ تھوڑا سا پانی ہوتا تو دشمنوں سے مقابلہ کی اور زیادہ طاقت پیدا ہو جاتی ـــــ" آہ کیا گزری ہوگی ـــــ باپ کے دل پر یہ سن کر۔ ہونہار بیٹا۔ جانباز حق پرست بیٹا ـــــ راہ الٰہی کا بے مثال مجاہد ـــــ ہزاروں کے لشکر کو زیر و زبر کرنے کے بعد پاس آتا ہے اور پانی کے چند قطروں کا طالب ہے ـــــ کتنی معمولی کتنی چھوٹی خواہش ـــــ مگر کتنی کٹھن کتنی ناممکن ـــــ تین دن سے پانی تو فوج حسینی میں صرف آنکھوں میں رہ گیا تھا ـــــ اشک آلود آنکھیں اٹھائیں۔ "جان پدر پانی کہاں ہے۔ لاؤ میرے منہ میں اپنی سوکھی زبان دے دو شاید کچھ سکون تمھیں ملے ـــــ" بیٹا باپ کے دہن مبارک میں اپنی زبان دے دیتا ہے ـــــ وہ دہن مبارک جسے رسول اللہ چومتے تھے ـــــ وہ زبان جس کو محمدؐ نے بار بار چوسا تھا اس قدر خشک اتنی کانٹوں بھری ہے کہ علی اکبرؑ مضطرب کر اپنی زبان نکال لیتے ہیں۔ "بابا ـــــ آپ کی زبان تو مجھ سے بھی زیادہ خشک ہے ـــــ" حسینؑ رسول اللہ کی انگوٹھی بیٹے کے منہ میں رکھ دیتے ہیں اور لخت جگر کو شہادت کے جام سے پیاس بجھانے کے لئے بھیج دیتے ہیں ـــــ اور علیؑ کا پوتا ایک آخری حملہ کر کے پھر اپنی بہادری اور لاثانی فن حرب کے جوہر دکھاتا ہے دشمن کی فوج سے اور بھی شدت کے ساتھ ہر طرف سے تیروں اور نیزوں کا

مینہ برسنے لگتا ہے ــــ اور آخرکار ایک نیزہ علیؑ جری کے سینے کو توڑتا ہوا دل کے پار ہو جاتا ہے۔ اس مقدس دل کے پار جس میں عشقِ الٰہی کا نور جلوہ گر تھا ــــ گھوڑے پر جھکے ــــ باہیں گھوڑے کی گردن میں ڈال دیں آواز دی " اے بابا آئیے ــــ علی اکبرؑ آپ پر نثار ہو گیا ــــ "

اور حسینؑ نے اس صدمۂ عظیم کو کس طرح جھیلا ــــ کیا نالہ و فریاد کی۔ کیا بین کیئے ــــ کیا سینہ کوبی کی ــــ نہیں ــــ نہیں ــــ حاشا نہیں!!! تاریخ گواہ ہے کہ وہ نادر مثال صبر کی حسینؑ نے دکھائی جو انبیاء اور اولیاءؑ بھی اس سے بہتر نہ دکھا سکے تھے ــــ آسمان کی سمت سر اٹھایا اور درد بھری آواز میں بس اتنا کہا " اے بیٹا تیرے بعد اس زندگی پر خاک ہو ــــ آہ کتنی جرائتیں بڑھ گئیں ہیں اس جماعت کی جنھوں نے تجھے قتل کیا خدا اور رسولؐ کے مقابلے میں۔ خدا انھیں فنا کرے " ــــ اور یہ کہہ کر میدان کی سمت دوڑے کہ آخری بار لختِ جگر کو دیکھیں ــــ مگر آہ شہید کی پارہ پارہ جسمِ مطہر میں بس سانس کی آمد و شد باپ کے دیدار کے انتظار میں باقی تھی۔ نگاہیں حسینؑ کے چہرۂ اقدس پر پڑیں اور وہیں جم کر رہ گئیں ــــ روح مقدس عالمِ الرفع کی طرف پرواز کر گئی ــــ اب حسینؑ کی گود میں ایک بے جان جسمِ خاکی کے سوا کچھ اور نہ تھا ــــ

علی اکبرؑ نے اپنی لال سی جان عاشور کے دن، ظہر کے وقت، خدا کی راہ میں، انسانیت کی سیوا میں، اسلام کی حمایت میں، حق کے پاسن

اور حسینؑ کی نصرت میں قربان کر دی ـــــــــ مگر اپنا نام امر بنا گئے۔ اُن کا نام ہمیشہ ہمیشہ دلوں میں نقش رہے گا ـــــــــ ان کی یاد، اہلِ دل لوگوں کے دلوں میں محبت و عقیدت کے بے پایاں جذبات پیدا کرتی رہیگی۔ اور ان کی بارگاہ میں ہمیشہ آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا جائے گا۔ ان کا مزار مقدس حسینؑ کے پائیں پا کربلائے معلیٰ میں مرجعِ خواص و عام ضرور ہے مگر دراصل شہیدوں کا مزار زمین میں نہیں عارفوں کے دلوں میں ہوا کرتا ہے ـــــــــ

در سینہ ہائے مردم عارف مزار ما

ختم شد

پبلشر

مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

(انڈیا)

۱۶	۱۵۹	معصوم شہزادیؑ	۱۳/	۸/
۱۷	۱۶۰	صدیقہ صغریٰؑ	۱۳/	۸/
۱۸	۱۶۱	شیر خوار مجاہدؑ	۱۳/	۸/
۱۹	۱۶۲	ازواج امام حسین علیہ السلام	۱۳۱/	۸/
۲۰	۱۶۳	ہلاکت اور شہادت (۴)	۱۹/	۸/
۲۱	۱۷۰	بین الاقوامی شہید اعظم حسین ابن علیؑ (۴)	۶/	۸/
۲۲	۱۸۷	دین پناہ است حسینؑ (۴)	۶/	۸/
۲۳	۱۷۱	منازل آلام	۱۳۱/	۸/
۲۴	۱۸۴	مقصد حسینؑ (۴)	۱۳/	۸/
۲۵	۱۸۸	شب شہادت (۴)	۶/	۸/
۲۶	۱۸۹	شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ (۴)	۱۳/	۸/
۲۷	۱۹۰	شہادت زار کربلا (۴)	۶/	۸/
۲۸	۱۹۱	تاریخ اسلام میں واقعہ کربلا کی اہمیت (۴)	۱۹/	۸/
۲۹	۱۹۲	اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ (۴)	۱۳/	۸/
۳۰	۱۹۳	استقامت علی الحق کا معیاری نمونہ (۴)	۶/	۸/
۳۱	۱۹۴	زندہ جاوید کا ماتم (۴)	۵/	۸/
۳۲	۱۹۵	طاقت کا مقابلہ کردار سے	۱۳/	۸/
۳۳	۱۹۸	مسلم ابن عقیلؑ	۱۳/	۸/
۳۴	۲۰۰	جناب ہانی بن عروہؑ	۵/	۸/

نوٹ: